قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب

۷۸۶

چوں نص بالا دال است بر توقف تذکر و منہ التصوف بر حصول لب

اعنی بہ العلم والتعرف۔ پس برائے تکمیل ایں ضرورت رسالہ

التکشف
عن مہمات
التصوف

کہ ہم ذریعۂ تکرم ست بایں فن وتشرف، وہم مزیل خشونت است وتقشف

از افادات حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فی ظلہ عن

التلہف والتأسف

حسب فرمائش محمد عثمان غفرلہ الرحمن مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع ہوئی

دل سے غافل) مت ہو (بلکہ اُسکی طرف متوجہ رہو) اور جب ملاقات کرو اپنے محبوب سے (یعنی اُس کے طرق لقا میں کہ عبارت ہے عبادت سے مشغول ہو تو دنیا کو چھوڑ دیا کرو یعنی قصداً دنیا ومافیہا کی طرف اُسوقت التفات مت کیا کرو) ف اسمیں تعلیم ہے ذکر وعبادت پر دوام کرنے کی اور اُس ذکر وعبادت کے نفع کی شرط کی کہ اُس وقت قصداً غیر اللہ کو مستحضر نہ کرے کہ مفوت نفع ہے اور بلا قصد اگر آوے تو اصلا مضر نہیں اور مکرر ذکر کی طرف متوجہ ہو جانے سے وہ آیا ہوا خیال از خود دفع ہو جاتا ہے قصداً دفع کرنے کی ضرورت نہیں اور دفع بھی نہیں ہوتا اور اگر توجہ ذکر سے بھی دفع نہو تو اصلا پروا نہ کرے کیونکہ امر غیر مضر قابل اہتمام نہیں ہوتا ورنہ اُس کے درپے ہو جانے سے پھر وہ پورا وبال جان ہو جاتا ہے۔

غزل

قال رح

اے فروغ ماہ حُسن از روئے رخشان شما		آبروے خوبی از چاہ زنخدان شما

فروغ وآبرو بمعنی رونق متقارب۔ حسن وخوبی مترادف۔ روے رخشان وچاہ زنخدان عبارت از ذات باعتبار اتصافش بکمالات۔ ماہ حسن باضافۃ مشبہ بہ سوی مشبہ مثل لجین الماء۔ مطلب ظاہر ہے کہ حُسن جو مشابہ چاند کے ہے اور خوبصورتی انکی رونق اے محبوب تمہارے روئے رخشان اور چاہ زنخدان کی بدولت ہے یعنی تمہارا رُخ اور زنخ حسن کا محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رخ اور زنخ کا محتاج ہے ف احقر کے ذوق میں یہ شعر اشارہ ہے ایک مسئلہ متعلقہ ذات وصفات کی تحقیق کی طرف اُسکی تقریر سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہیئے وہ یہ کہ ذات وصفات کے درمیان وجہ ارتباط کے باب میں چند اقوال ہیں عینیت محضہ کل میں۔ اور عینیت بعض میں اور غیریت بعض میں۔ اور لاعینیت۔ اور لاغیریت کل میں اور یہی مذہب اخیر منسوب ہے عامہ اہل سنت کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ صفات کا قیام ذات کے ساتھ اس طور پر ہے کہ وہ زائد علی الذات ہیں لیکن لازم وممتنع الانفکاک ہیں زیادۃ علی الذات کو لاعینیۃ سے تعبیر کیا گیا اور لزوم کو اصطلاحاً لاغیریت کہدیا گیا اور ظاہر صیغ واردہ فی النصوص سے زیادہ ہی مفہوم ہوتی ہے۔ اور لزوم خود امر عقلی ہے لہذا مذہب منصور یہی ہے اور صوفیہ کا عین کہدینا چونکہ مبنی بر اصطلاح ہے۔ اس قول کے منافی نہیں۔ جب یہ مقدمہ سمجھ میں آگیا تو اب سمجھو کہ اس قول پر ظاہرا ایک اشکال واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس قول پر دو امر لازم آتے ہیں ایک یہ کہ صفات محتاج ہوں ذات کی طرف اپنے قیام میں سو اسکا تو کوئی مضائقہ نہیں اور دوسرے یہ کہ ذات محتاج ہو صفات کی طرف اپنے متصف بالکمال ہونے میں مثلا لولا صفۃ العلم لما کان الذات عالما موصوفا بالکمال العلمی وقس علیہ سائر الکمالات اور احتیاج ذات کی کسی دوسری شئی کیطرف محال ہے کیونکہ احتیاج مستلزم ہے امکان وحدوث کو جو کہ واجب میں محال ہے۔ جب قول بزیادۃ الصفات مستلزم ہوئی احتیاج ذات الی غیرہا کو اور مستلزم محال کو محال ہے پس قول